ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.2 (2026)
(April to June)

توحید بطور محورِ فکرِ اقبال: قرآنی بنیادوں، فلسفیانہ تعبیرات اور فکری تشکیل کا تحقیقی مطالعہ

Tawhid as the Central Axis of Iqbal's Thought: A Research Study of Its Qur'anic Foundations, Philosophical Interpretations and Intellectual Formation

ڈاکٹر طالب حسین ہاشمی

پوسٹ ڈاکٹورل فیلوشپ، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

اسسٹنٹ پروفیسر (ایڈجنک / وزٹنگ)، مسلم یوتھ یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان

Dr. Talib Hussain Hashmi

Post Doctorate Fellowship Scholar, (IRI), International Islamic University Islamabad.Pakistan

Assistant Professor (Visiting, Adjunct) Urdu, Department of Urdu, MY University Islamabad.

dr.talibhashmi@myu.edu.pk

Article Details

Received:
June 10, 2026

Accepted:
June 20, 2026

Online Published:
June 30, 2026

Copyright: © 2026 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: This study explores Allama Iqbal's concept of Tawhid with particular reference to its Qur'anic, philosophical and intellectual dimensions. Tawhid, as the central doctrine of Islam, is not merely a theological assertion in Iqbal's thought but a dynamic and transformative principle that shapes both individual consciousness and collective life. The research highlights how Iqbal reinterprets Tawhid in the light of the Qur'an, presenting it as a living force that integrates faith, reason and action. From a Qur'anic perspective, Iqbal derives the essence of Tawhid as the Unity of God, which implies the unity of creation and the coherence of the universe. Philosophically, he presents Tawhid as a foundation for understanding reality as a unified whole governed by a single, absolute Being. This unity eliminates dualism and fragmentation, offering a coherent worldview that aligns metaphysical truth with human experience. Intellectually, Iqbal emphasizes that Tawhid fosters self-awareness (khudi), moral responsibility and creative freedom, enabling human beings to realize their potential as vicegerents of God on earth.

Key words: Tawhid, Allama Iqbal, Qur'anic Thought, Islamic Philosophy, Selfhood, Unity, Spirituality

علامہ محمد اقبال برصغیر کے اُن ممتاز مفکرین میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اسلامی فکر کو جدید دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ ان کے فکری نظام کی بنیاد قرآنِ مجید کے بنیادی عقائد، خصوصاً تصورِ توحید پر قائم ہے۔ اقبال کے نزدیک توحید دراصل کائنات کی وحدت، انسان کی خودی اور حیات کے مقصد کو ایک مربوط نظام میں سمجھنے کا نام ہے۔ اقبال نے توحید کو جامد عقیدے کے بجائے ایک حرکی اصول کے طور پر پیش کیا، جو انسان کو فکری غلامی سے نجات دلا کر اسے آزاد اور خود مختار بناتا ہے۔ یہ تصور انسان کے اندر اخلاقی جرات، عمل کی قوت اور روحانی بصیرت پیدا کرتا ہے، جس کے ذریعے وہ نہ صرف اپنی ذات کو

پہچانتا ہے بل کہ اپنے گرد و پیش کی دنیا کو بھی ایک نئی معنویت کے ساتھ دیکھنے لگتا ہے۔ ان کے ہاں توحید انسان کو کائنات میں منتشر عناصر کے بجائے ایک مربوط کل کا شعور عطا کرتی ہے، جہاں ہر شے ایک مقصد اور حکمت کے تحت کار فرما ہے۔

علامہ محمد اقبال نے اپنے شعری اور نثری سرمائے میں تصورِ توحید کو محض ایک نظری یا فکری حقیقت کے طور پر بیان نہیں کیا، بل کہ اسے انسانی زندگی کے لیے ایک زندہ اور مؤثر ضابطۂ حیات کے طور پر اُجاگر کیا ہے۔ ان کے نزدیک توحید کا حقیقی شعور انسان کے اندر ایک ایسی انقلابی کیفیت پیدا کرتا ہے جو اسے ہر طرح کی ذہنی، معاشرتی اور روحانی غلامی سے آزاد کر دیتی ہے۔ یہ شعور انسان کے دل سے خوف، کمزوری اور جمود کو ختم کر کے اس میں جراتِ عمل، خود اعتمادی اور بلند حوصلگی پیدا کرتا ہے۔ اقبال کے تصور میں توحید انسان کو براہِ راست خالقِ کائنات سے جوڑتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ کسی ظاہری سہارے یا غیر حقیقی قوتوں کا محتاج نہیں رہتا۔ اس تعلق کی مضبوطی انسان کو اپنی ذات کی پہچان عطا کرتی ہے اور وہ اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر ایک فعال اور باوقار کردار ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یوں توحید اقبال کے ہاں ایک ایسی عملی قوت بن کر سامنے آتی ہے جو انسان کو نہ صرف باطنی استحکام عطا کرتی ہے بل کہ اسے دنیا میں مثبت اور تعمیری کردار ادا کرنے کی تحریک بھی دیتی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ علامہ محمد اقبال کے تصورِ توحید کا قرآنی، فلسفیانہ اور فکری تناظر میں تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے، تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ اقبال کے نزدیک توحید کس طرح ایک فعال اور ہمہ گیر اصول کے طور پر انسانی زندگی اور معاشرت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

شاعرِ اسلام علامہ محمد اقبال کے ہاں تصورِ توحید کو نہایت بنیادی حیثیت حاصل ہے، جسے انہوں نے محض ایک عقیدہ نہیں بل کہ ایک فعال اور انقلابی قوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ تاریخِ انسانی میں توحید کی بنیاد ابراہیمؑ نے رکھی، جنھوں نے شرک کی جڑیں کاٹ کر ایک خدا کی پرستش کا عالمگیر پیغام دیا۔ اس پیغام کی تکمیل اور عملی نفاذ محمد ﷺ کے ذریعے ہوا، جنھوں نے مؤثر دعوت، عملی نمونے اور کامل تطہیرِ عقائد کے ذریعے انسانیت کو توحید کی حقیقی رُوح سے آشنا کیا۔ عقیدۂ توحید ہی وہ عظیم قوت ہے جس نے کمزور اور منتشر انسانوں کو ایک منظم، باوقار اور ناقابلِ شکست اُمت میں تبدیل کر دیا۔ اسی عقیدے کی بدولت غلام ذہن آزاد ہوئے، بکھرے ہوئے افراد ایک مضبوط ملت میں ڈھل گئے اور ایک بے سمت معاشرہ ایک عظیم تہذیب کا حامل بن گیا۔ ایک مغربی مفکر کے مطابق محمد ﷺ وہ واحد قائد ہیں جو انسانی زندگی کے روحانی اور مادی دونوں میدانوں میں مکمل طور پر کامیاب رہے اور ان کی اس ہمہ گیر کامیابی کی بنیاد بھی عقیدۂ توحید ہی ہے۔

علامہ محمد اقبال نے اسلامی فکر کے تاریخی و فکری تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے توحید کو محض ایک عقیدے کی صورت میں نہیں بل کہ ایک زندہ، حرکی اور تخلیقی اُصول کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک توحید وہ مرکزی قوت ہے جو انسان کے باطن میں خودی کی بیداری پیدا کرتی ہے، اسے فکری و عملی آزادی عطا کرتی ہے اور اس کے اندر عمل، جرات اور تخلیق کی توانائی کو مہمیز دیتی ہے۔ یہ تصور انسان کو محض تقدیر کے تابع رہنے کے بجائے ایک بااختیار اور ذمہ دار ہستی میں تبدیل کرتا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک توحید ایمان کی بنیاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ایسا ہمہ گیر اصول ہے جو فرد کی باطنی تعمیر اور معاشرے کی اجتماعی تشکیل دونوں کا سرچشمہ بنتا ہے۔ یہی عقیدہ انسان کو مساوات، عدل اور وحدتِ انسانی کا شعور عطا کرتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جو فکری طور پر آزاد، اخلاقی طور پر مضبوط اور عملی طور پر متحرک ہوتا ہے۔ یوں توحید اقبال کے ہاں ایک ایسا جامع اور فعال نظریہ بن کر سامنے آتی ہے جو فرد اور اجتماع دونوں کی تقدیر سنوارنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اقبال کا امتیاز یہ ہے کہ آپ نے توحید کو ایک نئے انداز اور زاویہ نگاہ سے پیش کیا ہے۔

"توحید کا مادہ "و، ح، د" ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنی کسی شے کو ایک جاننے اور اسے واحد تسلیم کرنے کے ہیں، جبکہ شرعی اصطلاح میں توحید سے مراد یہ ہے کہ انسان صرف ایک اللہ تعالیٰ کو معبود مانے اور اس کی ذات، صفات اور افعال میں کامل وحدانیت کا اعتقاد رکھے"۔(۱)

اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ توحید محض ایک نظری عقیدہ نہیں بل کہ ایک ہمہ گیر طرزِ فکر اور عملی نظامِ حیات ہے۔ یہ انسان کے دل و دماغ کو ہر قسم کے شرک، دوئی اور باطل سہاروں سے پاک کر کے اسے خالقِ حقیقی کے ساتھ مضبوط تعلق عطا کرتی ہے۔ توحید کا شعور انسان میں عاجزی، ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس پیدا کرتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں توحید انسان کی فکری رہنمائی کے ساتھ ساتھ اس کے اخلاقی اور عملی کردار کی تعمیر میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

"توحید لفظی معنی واحدانیت، یکتائی، ایک جاننا، ایک ماننا، خدا کے ایک ہونے پر یقین لانا کے ہیں۔"(۲)

یہ تصور اسلامی عقیدے کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور انسان کے فکری و روحانی نظام کو ایک مرکز پر مجتمع کر دیتا ہے۔ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اسی ایک ذات کو حاکمِ مطلق تسلیم کرے اور اسی کے احکامات کو معیارِ عمل بنائے۔ یہی عقیدہ انسان کو باطنی یکسوئی، فکری استحکام اور عملی اعتدال عطا کرتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی شخصیت ایک متوازن اور باوقار صورت اختیار کر لیتی ہے۔ حضرت سید علی بن عُثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"توحید حکم کردن بریگانگی چیزے"۔

"توحید کیسی چیز کو واحد قرار دینا ہے۔"(۳)

اس کائنات میں اللہ کے سوا کوئی اور وجود نہیں جس کے سامنے انسان سجدہ ریز ہو، جس کی عبادت کو وہ اپنا مقصدِ حیات قرار دے کیوں کہ وہی انسانوں کا خالق بھی اور حاکم بھی اس لیے وہی ان کا معبود حقیقی بھی ہے۔ اسلام کی اساس اس یقین پر قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہی واحد معبود ہے؛ اسی کی یکتائی کا اقرار اور اسے ایک ماننا توحید کہلاتا ہے۔

"توحید "لفظ "وحدت" سے ماخوذ ہے، جس کا مفہوم کسی ایک کو ماننا اور کثرت یا تعدد کی نفی کرنا ہے۔ اصطلاحِ شریعت میں توحید اس پختہ عقیدے کا نام ہے کہ باری تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور تمام کمالات میں یکتا، بے مثال اور لاشریک ہے، اور اس کی مانند کوئی نہیں"۔(۴)

یہ عقیدہ انسان کے فِکری نظام کو ایک واضح سَمت عطا کرتا ہے اور اسے ہر قسم کی دُوئی اور تضاد سے نکال کر ایک مرکزِ یقین پر مجتمع کر دیتا ہے۔ جب انسان اس حقیقت کو دل و جان سے تسلیم کر لیتا ہے کہ کائنات کا حقیقی مالک اور حاکم صرف ایک ہی ذات ہے تو اس کی زندگی میں مقصدیت، نظم اور توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ توحید کا یہ شعور نہ صرف انسان کے باطن کو پاکیزگی بخشتا ہے بل کہ اس کے عملی رویوں کو بھی مثبت، ذمہ دار اور اَخلاقی اَقدار کے مطابق ڈھال دیتا ہے۔ یوں توحید انسان کو ایک بامقصد، باوقار اور مربوط شخصیت میں تبدیل کر دیتی ہے جو ہر لمحہ اپنے خالق کی رضا کو مقدم رکھتی ہے۔ اس ضمن میں مولانا عبد السلام ندوی "اقبال کامل" میں لکھتے ہیں:

"سب سے اہم توحید کا عقیدہ ہے اور ڈاکٹر صاحب کے نزدیک قرآن مجید نے توحید کا جو بلند معیار قائم کیا ہے، وہ کسی دوسری آسمانی کتاب میں نظر نہیں آتا۔"(۵)

علامہ اقبال نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ انسانی زندگی کے ہر دور میں قرآن پاک میں انسانوں کی راہنمائی کی اہلیت بدرجہ اُتم موجود ہے اور قرآن کے اساسی حقائق کبھی دفتر پارینہ نہ بنیں گے۔ اقبال پیغمبرانہ افکار کا ترجمان ہے اس کے توحیدی اَفکار میں آفتاب رسالت کی کرنیں پائی جاتی ہیں وہ ملّتِ اسلامیہ کے ہر فرد کو طوفانِ رُوح سے نکالنے کے لئے کوشاں ہے یہی وجہ ہے کہ دین حق کی حمایت کا طریٔہ امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

ترجمہ:۔ اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کی ملکیت ہیں، لہٰذا تم جس طرف بھی رُخ کرو گے، وہاں اللہ تعالیٰ کی توجہ اور اس کی موجودگی پاؤ گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ وسیع علم اور کامل وسعت والا ہے۔(۶)

توحید کا تصور انسان کے فِکری اور رُوحانی اُفق کو اس قدر وُسعت عطا کرتا ہے کہ اہلِ علم کے لیے یہ حیرت اور غور و فکر کا ذریعہ بن جاتا ہے، جب کہ اہلِ عشق کے لیے یہی جذبۂ عمل اور حرکت کی قوت بن جاتی ہے۔ اس کی برکات انسان کی پستی کو بلندی میں بدل دیتی ہیں اور خاک کے پُتلے کو نورانی صفات سے آراستہ کر کے اسے رفعت و کمال کی طرف لے جاتی ہیں۔ اسی اثر کے نتیجے میں انسان رُوحانی ارتقا کی منازل طے کرتا ہوا اعلیٰ مقامات تک پہنچتا ہے۔ جب سالک کو توحید کی حقیقی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی نظر میں خدا کے سوا ہر شے کی حیثیت ماند پڑ جاتی ہے۔ وہ کسی طاقت سے نہ مرعوب ہوتا ہے اور نہ کسی سے خوفزدہ، بل کہ اس کا اعتماد مکمل طور پر اپنے رب پر قائم ہو جاتا ہے۔ ایسی کیفیت میں وہ اپنی ذاتی خواہشات کو ثانوی حیثیت دیتا ہے اور اس کی تمام تر رغبت اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں مرکوز ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے، وہی حقیقی معبود ہے اور اس کے سوا کوئی بھی معبود یا سجدے کے لائق نہیں۔ اس طرح تصورِ توحید دراصل ہر قسم کے شرک کی مکمل نفی اور دوٹوک تردید ہے۔ قرآن مجید میں بار بار اللہ کو ایک ماننے کی تاکید کی گئی ہے۔ سارا قرآن مجید متعدد مقامات پر تصور توحید پر زور دیتا ہے۔ دین اسلام میں داخل ہونے کے لیے سب سے پہلے تصور توحید کا ماننا بہت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والا ہے، وہ نہایت مہربان اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔(۲۲) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ حقیقی بادشاہ، ہر عیب سے پاک، سلامتی عطا کرنے والا، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زبردست اور عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے جنہیں لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔(۲۳) وہی اللہ ہے جو پیدا کرنے والا، بہترین انداز میں وجود بخشنے والا اور صورت بنانے والا ہے، اسی کے نہایت خوبصورت نام ہیں، آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔(۲۴)

اقبال نے بڑے والہانہ انداز اور مومنانہ بصیرت سے اللہ عزوجل کی صفات بیان کی ہیں۔ زمان و مکان کی حدود سے پرے "خودی کا سِرّ نہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کا نغمہ جاری و ساری ہے۔ اس ذات کریمی کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اس نظم کے آخر

میں اقبال بندہ مومن اور بندہ حق کی طرز فکر اختیار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے دُنیاوالو سُن لو کہ میں بت پرست کے مقابلہ میں توحید پرست ہوں۔ ہر حال، ہر طریق اور ہر سطح پر پیغام توحید پہنچاتا رہوں گا۔ علامہ اقبال کی شاعری میں یہ کلمۂ توحید طرح طرح سے اپنے جلوئے دکھاتا ہے اور وہ بار بار اس کے ذریعے اعلان توحید کرتے ہیں۔

خُودی کا سِرّ نہاں لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
خُودی ہے تیغ، فَساں لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ
اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حُکمِ اذاں، لَا اِلٰہَ اِلّاَ اللہ (۸)

"علامہ اقبال کی شخصیت اور شاعری کی طرح ان کا فلسفہ اور فکری نظام بھی غیر معمولی وُسعت اور انفرادیت کا حامل ہے۔ اس فکری عظمت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف قرآنی اور اسلامی تعلیمات کی گہری روح سے بخوبی واقف تھے بل کہ مذاہبِ عالم کا بھی وسیع اور تنقیدی مطالعہ رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں مشرقی و مغربی فلسفے پر بھی غیر معمولی عبور حاصل تھا، جب کہ قدیم تاریخِ عالم اور جدید سائنسی و فکری تحریکات پر ان کی نظر نہایت وسیع اور بصیرت افروز تھی۔ تاہم ان تمام علمی و فکری سرچشموں کے باوجود ان کی فکر کو حقیقی استحکام اور حتمی رہنمائی قرآنِ حکیم ہی میں حاصل ہوئی، جو ان کے پورے فِکری نظام کا بنیادی محور اور سرچشمۂ ہدایت ہے"۔ (۹)

اقبال نے توحید کا کوئی نیا تصور پیش نہیں کیا بل کہ اس کا نغمۂ توحید پیغمبرانہ صدائے توحید کی بازگشت ہے اس کی اعلان گاہ صفا کی پہاڑی نہیں بل کہ اوراق کا پلندہ ہے وہ بُت شکنی کے لئے سُنت ابراہیمی تو ادا کرتا ہے مگر سنگِ چٹان کی بجائے سنگِ برہان سے اقبال کا نِشتر توحید کفر و شرک کی رگیں کاٹنے کا بہترین آلہ ہے۔ وہ تصورِ توحید کو عقل کی گہرائیوں میں یوں سمو دیتے ہیں عقلِ سلیم اُس کے ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے اس لئے وہ کہتے ہیں۔

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیے (۱۰)

بہت سے فلاسفہ اور سائنس دان مختلف ادوار میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے موضوع پر غور و فکر کرتے رہے ہیں۔ جدید سائنسی علوم کے مختلف شعبوں کا مطالعہ بھی اس حقیقت کو مزید واضح کر رہا ہے کہ کائنات کا نظام ایک ہی خالق کی وحدانیت اور حکمت کا مظہر ہے، جس سے ایمان باللہ مزید مضبوط اور پختہ ہوتا ہے۔ سائنس کا علم جہاں قدرت کے پوشیدہ اَسرار کو آشکار کر رہا ہے، وہیں یہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور اس کی قدرتِ کاملہ کے دلائل بھی فراہم کرتا ہے، جس سے انسان میں خدا شناسی کا شعور پیدا ہوتا ہے اور توحید کا عقیدہ مزید راسخ ہوتا ہے۔ اگرچہ ہر مسلمان کے لیے اللہ کو ایک ماننا ایمان کا بنیادی تقاضا ہے اور اسے کسی خارجی دلیل کا محتاج نہیں، تاہم سائنسی مشاہدات اور عقلی دلائل کا مطالعہ انسان کے یقین کو مزید تقویت بخشتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے قریب تر کر دیتا ہے۔ یوں

سائنس، کائنات کے نظم وضبط اور وحدت کے ذریعے توحید کے فکری اور عملی پہلوؤں کو مزید نمایاں کرتی ہے۔ڈاکٹر محمد قمر اقبال اپنی کتاب "اقبال کا تصور حقیقت مطلق" میں رقمطراز ہیں:۔

> "اقبال کے تصور حقیقتِ مطلق کے تمام مضمرات اسی عقیدۂ توحید کی تفسیر و توضیح دکھائی دیتے ہیں۔اقبال کا اسلامی نظریہ وحدۃ الوجود، (۲) وجدان، (۳) تصور زمان و مکاں، (۴) ذات باری تعالیٰ بطور انائے کامل، (۵) نظریہ جبر و قدر (۶) اور ان کی بیان کردہ صفات باری تعالیٰ، (۷) کا مرکز و محور عقیدہ توحید ہی کا اثبات ہے"۔(۱۱)

ڈاکٹر این میری شمل "شہپرِ جبریل" میں رقمطراز ہے:۔

> "اگر علامہ اقبال کے افکار کو کسی نظام کے تابع کہا جائے تو وہ نظام عقیدۂ توحید ہے۔"(۱۲)

علامہ اقبال کے افکار کو کسی نظام کے تابع کرنا ہی تصور توحید ہے۔توحید قومی زندگی میں وحدت اور مقاصد و نصب العین کی یکسوئی پیدا کرتی ہے۔اہل توحید کے فکر و عمل میں یک رنگی اور کامل ہم آہنگی ہوتی ہے جب سب ایک اللہ عزوجل کی بندگی کرنے والے ہیں تو پھر کالے، گورے اور غریب و امیر کا امتیاز غیر حقیقی ہوتا ہے۔غرض توحید ہر طرح کی انفرادی و اجتماعی پرستی کا نام ہے۔

> "اقبال نے اپنے خطبات میں تصور توحید ہی کی ترجمانی کرتے ہوئے ذات باری کو مطلق حقیقت قرار دیا ہے اور اسی عقیدے کی روشنی میں وہ اللہ تعالیٰ کی انفرادیت، آزاد تخلیقی ارادہ، قدرتِ کاملہ، خلاقیت، علمِ الٰہی، اُس کے اختیار کل اور ماورایت کے اثبات کی سعی نہ صرف فلسفیانہ استدلال سے کرتے ہیں بل کہ قرآن و حدیث بھی اسناد لاتے ہیں"۔(۱۳)

علامہ اقبال اسلام کے تصور توحید کو یوں پیش کرتے ہیں:

> "عیسائیت نے بالعموم خدا کی رحمت و شفقت کے پہلو کو نمایاں کیا ہے، جب کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حاکمیتِ مطلقہ کا تصور زیادہ جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ان دونوں تصورات کے مابین ترجیح قائم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کائنات اور انسانی تاریخ کے مجموعی تجربے پر غور کیا جائے۔جب ہم تاریخ کے مختلف ادوار کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہمیں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے فیصلوں اور اس کی حکمت کے عملی ظہور کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں۔اس تناظر میں یہ رائے قائم کرنا زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی مشاہدے کی بنیاد پر خدا کی صفتِ قدرت اور اس کی مطلق حاکمیت کو زیادہ نمایاں حیثیت حاصل ہے"۔(۱۴)

علامہ اقبال کے تصورِ توحید کو یہ منفرد مقام حاصل ہے کہ ان کے ہاں توحید کی جو فکری، فلسفیانہ اور روحانی توضیحات ملتی ہیں وہ کسی دوسرے مفکر کے ہاں اس جامعیت اور گہرائی کے ساتھ نظر نہیں آتیں۔اقبال کے نزدیک توحید محض ایک عقیدہ نہیں بل کہ ایک زندہ اور متحرک قوت ہے جو انسان کی شخصیت کو نکھارتی اور اس کی خودی کو مضبوط کرتی ہے۔وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ

مسلمانوں کے موجودہ فکری، سماجی اور سیاسی خلفشار کا حقیقی حل اسی عقیدۂ توحید میں مضمر ہے۔ توحید نہ صرف فرد کو اندرونی وحدت عطا کرتی ہے بل کہ اُمتِ مسلمہ کو بھی ایک مرکز پر متحد کرتی ہے۔ اس طرح اقبال کے نزدیک توحید مسلمانوں کے اتحاد، قوت اور احیائے ملت کا بنیادی ذریعہ ہے۔ علامہ اقبال ۱۲ دسمبر، ۱۹۳۶ء کو لاہور سے پروفیسر ظفر احمد صدیقی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ”دینِ اسلام، جو ہر مسلمان کے عقیدے کے مطابق زندگی کے تمام پہلوؤں پر فوقیت رکھتا ہے، انسانی نفس یا اس کی بنیادی قوتوں کو ختم نہیں کرتا بل کہ ان کے اظہار اور عمل کے لیے ایک متوازن نظام اور واضح حدود مقرر کرتا ہے۔ انہی حدود و قیود کے تعین کو اسلامی اصطلاح میں شریعت یا قانونِ الٰہی کہا جاتا ہے، جو انسان کی فطری خواہشات کو منظم کر کے انہیں اعتدال، توازن اور مقصدیت عطا کرتی ہے“۔ (۱۵)

اسلامی تعلیمات کی ابتدا جس بنیادی کلمے سے ہوتی ہے وہ ”لا الٰہ الا اللہ“ ہے، اور یہی پیغام دینِ اسلام کی فکری و عملی بنیاد بھی ہے۔ اسلامی فکر کا مرکزی محور عقیدۂ توحید ہے، جو نہ صرف فرد کے ایمان کو مضبوط کرتا ہے بل کہ انسانی معاشرے کی وحدت اور ہم آہنگی کا بھی ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان دراصل انسانیت کے اجتماعی مفاد سے ہم آہنگ ایک جامع تصور ہے، جو انسانوں کے درمیان اخوت، برابری اور باہمی احترام کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے۔ یہ عقیدہ انسان کے وقار کی حفاظت کرتا ہے اور اسے ہر قسم کی غیر حقیقی وابستگیوں، خواہ وہ حیوانی خواہشات ہوں، مادی اشیاء ہوں یا نفس کی غلامی سے نجات دلا کر حقیقی آزادی عطا کرتا ہے۔ اسی تناظر میں اقبال کے تصورِ توحید پر مختلف محققین اور مفسرین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ بعض اہلِ علم نے ان کے بعض افکار کو تنقیدی نظر سے بھی دیکھا ہے اور یہاں تک کہ مختلف آرا بھی پیش کی ہیں۔ تاہم اقبال کے فکری نظام کو مجموعی طور پر دیکھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی فکر کا بنیادی مقصد اسلامی عقیدے، خصوصاً توحید کو ایک متحرک اور زندگی بخش اصول کے طور پر پیش کرنا ہے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی ”خطبات اقبال پر ایک نظر“ میں رَقم کرتے ہیں:

> ”علامہ کے تصور میں خدا (حقیقت مطلقہ) مطلق وہ مبدا ہے تمام کائنات اور اس میں تغیرّات و حرکات کا، وہ ساکن نہیں، ہر وقت متحرک ہے۔ وہ قید زمان و مکان سے بلند و بالا ہے۔ جب میں خدا کی نسبت علامہ کے تصورات پڑھتا ہوں تو معاً خیال گزرتا ہے کہ قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کی فلسفیانہ تعبیر و تشریح مطلق انا کے وصف سے بہتر کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔“ (۱۶)

یوں علامہ اقبال کے نزدیک اصولِ توحید محض ایک اعتقادی تصور نہیں بل کہ کائنات اور حیات کا ایک فعال اور متحرک عنصر ہے، جس کی روشنی میں مختلف حقائق کی صحیح اور مربوط توجیہ ممکن ہوتی ہے۔ ان کے فکری نظام میں توحید وہ مرکزی نکتہ ہے جس کے بغیر زندگی اپنی معنویت اور وحدت کھو دیتی ہے۔ ان کے مطابق اثباتِ توحید کے بغیر حیات اپنے اصل مرکز سے منقطع ہو جاتی ہے، اور ایسے میں اس کی تکمیل، توازن اور حقیقی ارتقا کا حصول ممکن نہیں رہتا۔ ذات الٰہی وہ حقیقت واحدہ ہے جس میں تمام عام معین ہے۔ اُس کی ذات تمام اشیائے عالم سے زیادہ بسیط اور ان سب کا منشا ہے۔ حقیقی وجود صرف اُسی ذات کا ہے۔ وہی قادر و مطلق ہے۔

> ”علامہ محمد اقبال کے مطابق دورِ جدید میں انسان جن فکری اور عملی بحرانوں سے دوچار ہے، ان کے حل کے لیے ایک ہمہ گیر اور مربوط فکری نظام کی ضرورت ناگزیر ہے، اور

ان کی نظر میں یہ جامع نظام صرف دینِ اسلام ہی فراہم کر سکتا ہے۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات نہ صرف فرد کی روحانی و اخلاقی تربیت کا ذریعہ ہیں بل کہ ایک منصفانہ اور متوازن معاشرتی نظام کی بنیاد بھی فراہم کرتی ہیں۔ اقبال مسلم معاشرتی روایات کے استحکام کو صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بل کہ پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری سمجھتے ہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک اسلام کا پیغام آفاقی ہے اور اس میں تمام انسانوں کی اجتماعی بھلائی مضمر ہے۔"(۱۷)

علامہ محمد اقبال کا تصورِ توحید پر بے شمار محققین، مفسروں اور نقادوں نے اعتراض کیا مگر علامہ اقبال نے قرآن مجید کو اپنی فکر کا محور سمجھا۔ علامہ اقبال نے یکم جولائی، ۱۹۱۷ء کو لاہور سے مولانا گرامی کو ایک خط میں قرآن مجید کی اہمیت کے حوالے سے تفصیلی لکھا:

"حیاتِ مستقبلیۂ اسلامیہ" سے میری مراد یہ ہے کہ قرآنِ کریم مسلمانوں کی آئندہ تاریخ پر کس نوعیت کی رہنمائی فراہم کرتا ہے، اور وہ جماعتِ اسلامیہ جس کی بنیاد دعوتِ ابراہیمی سے شروع ہوتی ہے، آنے والے زمانوں میں کن فکری، سماجی اور تاریخی مراحل اور تبدیلیوں سے گزرتی ہے، اور بالآخر ان تمام واقعات کی اصل غایت اور مقصد کیا ہے؟ میرے فہم اور مطالعے کے مطابق یہ تمام نکات قرآنِ مجید میں نہایت وضاحت کے ساتھ موجود ہیں اور اس کا استدلال اس قدر واضح اور روشن ہے کہ اسے کسی دور از کار تاویل پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے قرآنِ کریم کے اس گہرے فہم سے نوازا۔ میں نے تقریباً پندرہ سال قرآن کا مطالعہ کیا ہے اور بعض آیات پر مہینوں بل کہ برسوں غور و فکر کیا ہے۔"(۱۸)

علامہ اقبال نے زندگی بھر قرآن پاک کا دامن تھامے رکھا اور اسی کے وسیلہ سے اعلیٰ مقام پایا۔ اقبال کے افکار کی روشنی میں ہم اسلام کے بنیادی تصورات اور تعلیمات کی بدولت ان کی حیات افروزی اور انسانیت سازی کے فیوض و برکات کے فیضان سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ سید نذیر نیازی "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" میں رقمطراز ہیں:

"یوں ان خطبات کا بنیادی محور دراصل ہستیِ باری تعالیٰ کا اثبات ہی ہے، اور یہی اس تمام فکری جدوجہد اور علمی کاوش کا مرکزی حاصل بھی ہے۔ تاہم یہاں خدا کے تصور کو محض ایک روایتی علمِ الٰہیات کے مسئلے کے طور پر پیش نہیں کیا گیا، جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے، بل کہ اسے حقیقت کی ایک گہری مابعد الطبیعی تلاش کے تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ اس تلاش کا مقصد صرف عقلی تسکین نہیں بل کہ ان بنیادی سوالات کا حل بھی ہے جو انسان، کائنات اور ان کے باہمی ربط سے متعلق ہیں۔"(۱۹)

اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان خطبات میں پیش کردہ فکر کا بنیادی اور حقیقی سرچشمہ قرآن مجید ہی ہے۔ ان خطبات کا مرکزی موضوع بھی دراصل ذاتِ باری تعالیٰ کا اثبات ہے، جو ان کی پوری فکری ساخت کا محور و مدار قرار پاتا ہے۔ جب انسان قرآنِ کریم کی تلاوت بار بار غور و تدبر کے ساتھ کرتا ہے تو اس پر یہ حقیقت مزید واضح ہوتی ہے کہ اس کی اصل رُوح اور بنیادی پیغام توحید اور

صفاتِ الٰہی کے اثبات پر قائم ہے، جو انسان کے دل و دماغ میں گہرائی کے ساتھ راسخ ہو کر اس کی فکری اور روحانی زندگی کو منور کر دیتا ہے۔ محمد اکرام "مَوجِ کوثر" میں توحید کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

> "توحید اسلام کا امتیازی نشان ہے، لیکن قرآن مجید کے نقطۂ نظر سے یہ محض ایک عقلی نظریہ نہیں ہے۔ یہ ایسا شعور نہیں جس میں جذبات، احساسات اور قلبی کیفیت کا کوئی حصّہ نہ ہو۔ اگر کوئی شخص پانچ انگلیوں کو دیکھ کر اس حقیقت کو تسلیم کر لے کہ یہ ایک ہی ہاتھ کا حصّہ ہیں تو یہ صرف ایک عقلی مشاہدہ ہو گا، جس میں دل کی کیفیت شامل نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس قرآن جس توحید پر زور دیتا ہے وہ صرف ذہنی اقرار یا فکری قبولیت نہیں بل کہ ایک زندہ، پُرجوش اور ہمہ گیر ایمان ہے، جو انسان کے دل، دماغ اور احساسات کو یکجا کر دیتا ہے۔ قرآن کے مطابق توحید محض اس بات کا نام نہیں کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، بل کہ یہ ایک ایسی قلبی کیفیت ہے جو انسان کی پوری شخصیت کو بدل دیتی ہے۔ اسی لیے قرآن نے اس عقیدے کو محض "اعتقاد" کے بجائے "ایمان" کے جامع اور بامعنی لفظ سے تعبیر کیا ہے، جو دل کی گہرائیوں سے وابستگی اور عملی زندگی میں اس کے اظہار کو بھی شامل کرتا ہے۔"(۲۰)

علامہ اقبال اُمت مسلمہ کو "تصور توحید" پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے عقیدۂ توحید کو اپنا اور اپنی جماعت کا "سرمایہ اسرار" قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے توحید کا ثبوت ہی یہ ہے کہ اشیائے کائنات ایک خاص ڈھنگ سے پائی جاتی ہے، ایسے ہی جیسے اکثر لوگوں کے لیے تصویر کا وجود ہی مصور اور اس کے پیغام کا ثبوت ہے۔

> "توحید کے عقیدے کے ذہنی اور تمدّنی مضمرات بے شمار ہیں جن کی نسبت اقبالؔ نے اشارے کئے ہیں۔ اسی سے اخلاقی اور عمرانی نصب العینوں کا تعیّن ممکن ہوا اور یہی تمام اداروں کی اچھائی برائی جانچنے کا معیار قرار پایا۔ توحید کے عقیدے کا عمل سے گہرا تعلق ہے۔"(۲۱)

یہی وجہ ہے کہ توحید محض ایک نظری یا فلسفیانہ تصور نہیں بل کہ ایک زندہ اور متحرک قوت ہے جو انسان کی عملی زندگی کو منظم کرتی ہے۔ اقبالؔ کے نزدیک توحید انسان کے اندر خودی، آزادی اور ذمہ داری کا شعور بیدار کرتی ہے، جس کے نتیجے میں فرد نہ صرف اپنی ذات کی تعمیر کرتا ہے بل کہ معاشرے کی اصلاح میں بھی مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ توحید کا تقاضا ہے کہ انسان ہر قسم کی غلامی، جبر اور غیر عادلانہ نظام کے خلاف جدوجہد کرے اور عدل، مساوات اور اخوت پر مبنی معاشرتی نظام قائم کرے۔ اس طرح توحید ایک ایسی ہمہ گیر قوت بن جاتی ہے جو فرد کی باطنی کیفیت سے لے کر اجتماعی اداروں کی تشکیل تک ہر سطح پر اثر انداز ہوتی ہے۔

> "اللہ کو اپنی مخلوقات میں سے ایک ایک کا خیال ہے، جیسے ایک ماں کے بہت سے بچے ہوں اور وہ ان میں سے ہر ایک کو سب سے اعلیٰ اور بہترین چیز فراہم کرنا چاہے۔ ایک روز رسول خدا ﷺ چند اصحاب کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ بدوئوں کا ایک پڑائو دیکھ کر سب لوگ رُکے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ خیموں والے بدو مسلمان ہیں۔ آپ پڑائو میں

استراحت کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ زمیں میں گڑے ایک تنور میں ایک عورت روٹی لگا رہی تھی۔ بچہ پہلو میں لیے ہوئے تھی۔ تنور کی آگ کو ہوا دینے لگی تو اچانک شعلے بھڑک اٹھے۔ یہ دیکھ کر عورت پھرتی سے بچے کو اچک کر آگ کی لپیٹ سے بچانے کے لئے پیچھے ہٹی۔ چند منٹ بعد وہی عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور پوچھنے لگی: ''کیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ عورت بولی: ''کیا یہ سچ ہے کہ اللہ ارحم الرحمین ہے؟ (وہ تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ مہربان ہے)، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ٹھیک کہا'' اس عورت نے کہا: ''کوئی عورت اپنے بچے کو آگ میں کیوں کر پھینک سکتی ہے!''۔ اللہ کے رسول ﷺ آبدیدہ ہو کر سر جھکا لیا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ چند لمحے بعد آپ ﷺ نے سر اُٹھا کر اس عورت کو مخاطب کیا اور فرمایا: ''عذاب خداوندی صرف اس شخص کے لیے ہے جو خدا کا باغی اور نافرمان ہو، اس کے خلاف سرکشی کرے اور 'لا الٰہ الا اللہ' کہنے سے انکار کرے۔'' (۲۲)

قرآن ہر انسان کو یہ عام دعوت دیتا ہے کہ اُس ایک خدا کی بندگی کرو۔ جس نے صرف تمھیں بل کہ تمہارے آباو اجداد کو بھی پیدا کیا اور پھر زمین و آسمان میں تمہاری پرورش کا بے مثال انتظام بھی کیا۔ وہ تمہارا خالق و مالک ہے اور وہی تنہا بندگی کے لائق ہے۔ علامہ اقبال حقیقتِ مطلق کے قرآنی تصور کو خاص اہمیت دیتے ہیں اور اس ضمن میں سورۃ اخلاص کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O اَللّٰهُ الصَّمَدُ O لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ O وَلَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ O

ترجمہ:۔ کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے O اللہ بے نیاز ہے O نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے O اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے O (۲۳)

یہ سورت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بے مثال ذات کو انتہائی جامع اور مختصر انداز میں بیان کرتی ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک، ہمسر یا مددگار نہیں، وہ ہر لحاظ سے بے نیاز ہے اور کائنات کی ہر شے اس کی محتاج ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے، جس سے اس کی ذات کی ازلی و ابدی حیثیت ثابت ہوتی ہے۔ یہ آیات انسان کے عقیدے کو شرک کی ہر شکل سے پاک کرتی ہیں اور اسے خالص توحید کی طرف رہنمائی دیتی ہیں، جو اسلامی عقیدے کی بنیاد اور روح ہے۔

''مسئلۂ توحید قرآنِ حکیم کے بنیادی اور اساسی موضوعات میں سے ہے۔ اگرچہ قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ بینات میں اس مسئلے کے اثبات کے لیے دلائل و براہینِ قاطعہ موجود ہیں، تاہم ''سورۃ الاخلاص'' جسے سورۃِ توحید بھی کہا جاتا ہے، میں اللہ رب العزت نے اپنی توحید کا نہایت جامع اور مکمل تصور عطا فرمایا ہے، جو کسی اور مقام پر اس اختصار اور جامعیت کے ساتھ نہیں ملتا۔ اس سورت میں توحید کے پانچ بنیادی ارکان بیان کیے گئے

ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، بے نیازی، عدمِ ولادت و مولودیت اور بے مثلیت پر مشتمل ہیں۔ اگر ان پانچ ارکان کو یکجا کر لیا جائے تو عقیدۂ توحید اپنی کامل صورت میں واضح ہو جاتا ہے، لیکن اگر ان میں سے کسی ایک رکن کا بھی عقیدے کے طور پر انکار یا خلاف ورزی ہو جائے تو عقیدۂ توحید اپنی اصل سے ہٹ کر شرک کی آمیزش کا شکار ہو جاتا ہے، جو اسلامی عقیدے میں سخت ترین انحراف شمار ہوتا ہے۔"(۲۴)

توحید کا عقیدہ انسان کو غیر اللہ کی بندگی اور ہر قسم کی غلامی سے نجات دلاتا ہے۔ اس عقیدے کے مطابق انسان صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے اور کسی دوسرے انسان کے آگے سجدۂ نیاز یا غلامی اختیار کرنے پر مجبور نہیں ہوتا۔ توحید انسان کو یہ شعور عطا کرتی ہے کہ اس کائنات کی تمام مخلوقات، خواہ وہ حیوانات ہوں، نباتات ہوں یا جمادات، سب انسان کے فائدے اور خدمت کے لیے مسخر کی گئی ہیں۔ اس تصور کے نتیجے میں انسان میں خودداری، عزتِ نفس اور حریتِ فکر پیدا ہوتی ہے۔ توحید کا عقیدہ مسلمانوں کو وقار، سربلندی اور جرات سے سرفراز کرتا ہے کیوں کہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ نفع و نقصان، بھلائی اور برائی کا حقیقی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جب یہ یقین دل میں راسخ ہو جائے تو انسان مخلوق سے خوف زدہ نہیں رہتا اور نہ ہی کسی کے آگے سر جھکاتا ہے۔ یہی شعور ایک باعزت، خوددار اور مضبوط شخصیت کی تشکیل کرتا ہے اور فرد کو حقیقی معنوں میں آزاد انسان بنا دیتا ہے۔

"علامہ اقبال نے اپنے خُطبات میں اسی سورت سے، توحید پر استدلال کیا ہے۔"(۲۵)

علامہ اقبال نے "رموزِ بے خودی" کے آخری حصّہ میں خلاصہ مطالب مثنوی (در تفسیر سورۃ اخلاص) کے عنوان سے سورۃ اخلاص کی تفسیر بیان کی ہے جو فکرِ اقبال میں عقیدہ توحید کی مفصل ترجمان ہے۔ علامہ اقبال نے سورۃ اخلاص کی طرح ہر آیت کو بطور عنوان درج کر کے توحیدی اشعار درج کیے ہیں۔ "قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" کے ضمن میں علامہ اقبال اپنے فارسی کلام (رموز بے خودی) میں لکھتے ہیں:۔

گفتمش ای خاصۂ خاصانِ عشق
عشقِ تو سر مطلعِ دیوانِ عشق

گفت تا کی در ہوس گردی اسیر
آب و تاب از سورۂ اخلاص گیر(۲۶)

"اَللّٰہُ الصَّمَد" میں علامہ اقبال نے مندرجہ ذیل شعر میں تصور خدا یعنی توحید کی مکمل صورت بیان کر دی ہے۔ فرماتے ہیں اگر خدائے بے نیاز سے دل کو وابستہ کرو گے تو تم مسائل سے نجات پالو گے۔ تصور توحید چوں کہ اسلام کی تعلیم کا اہم جزو ہے اس علامہ اقبال نے اپنے کلام میں بار بار روشنی ڈالی ہے۔ توحید باری تعالیٰ کو انہوں نے ہمیشہ اولیت دی ہے۔ توحید کے نظریہ کو عمل کے ذریعے سے وجود میں لایا جا سکتا ہے۔ عمل سے ایمان کی لذت بڑھ جاتی ہے۔ جو ایمان عمل میں نہ آئے مر جاتا ہے۔

گر بہ اللہ الصمد دل بستہ ئی
از حد اسباب بیرون جستہ ئی(۲۷)

علامہ اقبال نے مثنوی "رموزِ بے خودی" میں اس سورۃ کی ہر آیت کی الگ الگ تشریح کی ہے۔ "لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَد" کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں اے مسلمان تیری قوم رنگ و خون سے اعلیٰ ہے جو دین اسلام کی بدولت ہے۔ تمہاری ملت حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں تیار ہوئی ہے۔ اگر تیرے پاؤں باپ دادا کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔

ہر کہ پا در بند اقلیم و جد است
بے خبر از لم یلد لم یولد است(۲۸)

پروفیسر خالد پرویز لکھتے ہیں:۔

"اقبال نے "لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَد" سے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جس طرح ہمارا خدا نسب و رنگ کی آلائش سے پاک ہے۔ اسی طرح خدا کی اسی صفت کی پیروی میں ہماری قوم مسلم بھی ہر گز رنگ و نسل کی روادار نہیں ہے۔ مسلمان کو خدائی صفات سے استفادہ کرنا چاہیے۔"(۲۹)

اللہ تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ، اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک ہے۔ اس کے بموجب انسان کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ذات، اسماوہ اپنی وصفات اور حقوق میں منفرد یکتا اور بے مثال ہے۔ یہ تسلیم کرے کہ ہر قسم کی عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی عبادت کا استحقاق نہیں رکھتا۔ یہ عقیدہ رکھے کہ زمین اور آسمانوں کا خالق و مالک اللہ ہی ہے۔ وہی سب کو روزی دیتا ہے، کائنات کی سلطنت میں کوئی بھی کسی بھی شکل میں اس کا شریک نہیں۔ اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی بیان کردہ صفات پر ایمان رکھے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ "لم یکن" کے ساتھ بھی رشتہ مضبوط کرو تاکہ دوسری قوموں سے ممتاز بن جاؤ۔ اقبال کے افکار میں ذاتِ باری تعالیٰ کے تمام مباحث کم و بیش اسی اثبات و تفسیر توحید پر مبنی ہیں۔ اقبال رموزِ بے خودی میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

رشتہ ئی با لم یکن باید قوی
تا تو در اقوام بی ہمتا شوی

آنکہ ذاتش واحد است و لا شریک
بندہ اش ہم در نسازد با شریک(۳۰)

اقبال کے نزدیک توحید محض ایک اعتقادی نظریہ نہیں بل کہ ایک زندہ، متحرک اور انقلابی قوت ہے جو انسان کی پوری شخصیت کو بدل دیتی ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جب بندہ توحید پر کامل ایمان لے آتا ہے تو اس کے اندر ایسی روحانی و اخلاقی توانائی پیدا ہوتی ہے جو اسے ہر قسم کے خوف، مایوسی اور غلامی سے نجات دلا دیتی ہے۔ اقبال کے ہاں توحید انسان کے ہاتھ میں "برہنہ شمشیر" کی مانند ہے، یعنی ایک ایسی قوت جو باطل نظاموں، جبر اور ناانصافی کے خلاف جدوجہد کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کا تصورِ توحید صرف فکری یا کلامی بحث تک محدود نہیں رہتا بل کہ عملی زندگی میں آزادی، خودی، جرأت اور تخلیقی عمل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس مخصوص اندازِ فکر کے باعث اقبال توحید کو ایک ایسا ہمہ گیر اصول قرار دیتے ہیں جو فرد کی باطنی تربیت سے لے

کر اجتماعی نظام کی تشکیل تک ہر سطح پر رہنمائی فراہم کرتا ہے، اور اسی امتیاز کی بنا پر ان کا تصورِ توحید دیگر مفکرین و علما کے تصورات سے نمایاں طور پر مختلف اور زیادہ عملی و حرکی دکھائی دیتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر این میری شمل "شہپر جبریل" میں رقمطراز ہیں:

> "پروفیسر ڈاکٹر این میری شمل اپنی کتاب "شہپر جبریل" میں اقبال کے تصورِ توحید پر نہایت بصیرت افروز انداز میں روشنی ڈالتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ اقبال اپنی پوری فکری و شعری زندگی میں نغمۂ توحید ہی کو بلند کرتے رہے اور ہر لمحہ خدائے حی و قیوم سے استمداد کے طلبگار رہے۔ ان کے نزدیک عقیدۂ توحید مومن کے لیے محض ایک مذہبی عقیدہ نہیں بل کہ ایک زندہ قوت ہے جو اس کے اندر غیر معمولی ایمانی طاقت پیدا کرتی ہے۔ڈاکٹر این میری شمل کے مطابق اقبال نے اپنی تصانیف مثلاً رموزِ بے خودی، بالِ جبریل اور پس چہ باید کرد میں بار بار اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ توحید مسلمان کو وہ روحانی قوت عطا کرتی ہے جو اسے خوف و حزن سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ ان کے نزدیک یہ عقیدہ مردِ مومن کے ہاتھ میں ایک ایسی برہنہ شمشیر کی مانند ہے جو اسے باطل قوتوں کے مقابلے میں مضبوط اور بے خوف بنا دیتا ہے۔ جب یہ عقیدہ انسان کے دل و دماغ میں پوری طرح رچ بس جاتا ہے تو وہ ہر قسم کے خوف، غلامی اور داخلی کمزوری سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی شخصیت میں یقین، جرات اور استقامت پیدا ہو جاتی ہے۔"(۳۱)

یہ اقتباس این میری شمل کی اقبالیاتی بصیرت کا ایک نمایاں نمونہ ہے، جس میں وہ علامہ اقبال کے تصورِ توحید کو محض ایک مذہبی عقیدہ نہیں بل کہ ایک فکری و عملی قوت کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ ان کے مطابق اقبال کی پوری فکری و شعری کائنات "نغمۂ توحید" کے گرد گھومتی ہے، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اقبال کے ہاں توحید محض نظری بحث نہیں بل کہ انسان کی داخلی اور اجتماعی زندگی کو بدل دینے والی طاقت ہے۔ اس تحریر کی اہم خوبی یہ ہے کہ یہ توحید کے اثرات کو نفسیاتی اور اخلاقی دونوں سطحوں پر بیان کرتی ہے۔ شمل کے مطابق توحید انسان کے اندر خوف اور حزن کو ختم کر کے اسے جرات، خود اعتمادی اور روحانی استقامت عطا کرتی ہے۔ اقبال کے تصورِ "مردِ مومن" کی وضاحت بھی اسی تناظر میں کی گئی ہے کہ وہ باطل کے مقابل ایک غیر متزلزل قوت بن جاتا ہے۔ تاہم علمی اعتبار سے اس بات کو مزید وسعت دی جا سکتی ہے کہ اقبال کے ہاں توحید صرف انفرادی قوت ہی نہیں بل کہ اجتماعی وحدت اور تہذیبی احیاء کا بھی بنیادی اصول ہے۔ اگر اس پہلو کو بھی شامل کیا جائے تو اقبال کا تصورِ توحید زیادہ جامع اور ہمہ گیر صورت میں سامنے آتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ اقتباس اقبال کے فلسفۂ توحید کی روح کو خوبصورتی سے اجاگر کرتا ہے اور اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک ایمان کی اصل طاقت اللہ کی وحدانیت پر کامل یقین میں پوشیدہ ہے۔ ڈاکٹر آصف اعوان ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

> "علامہ اقبال کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کے یہ معنی ہر گز نہیں کہ تمام واقعات و حوادث اپنے مقررہ اور مخصوص خدوخال کے ساتھ خدا کے علم میں ہیں اور وہ ایک ایک کر کے زماں کے پہیے کے چلنے کے ساتھ وقوع پذیر ہونے کے منتظر ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ اگر

کائنات کی مثال ایک ایسے آئینے کی سی ہے کہ جس کے بغیر کسی جدت و اختراع کے محض ان چیزوں کی تفصیل منعکس ہوتی جارہی ہے جن کی پہلے ہی سے تشکیل ہو چکی ہے، تو یوں مستقبل کے واقعات سے خدا کے پیشگی علم کو ثابت تو کیا جا سکتا ہے تاہم خدا کے علم کلی سے متعلق اس قسم کے مجہولی تصور سے ایک طرف تو انسانوں کی طے شدہ تقدیر کا تصور اجاگر ہوتا ہے تو دوسری طرف تخلیقی آزادی سے محروم خدا کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے اور ہمارے لیے لفظ تخلیق بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے"(۳۲)

ڈاکٹر آصف اعوان کی یہ توضیح دراصل اقبال کے تصورِ علمِ الٰہی کی ایک نہایت اہم فکری جہت کو واضح کرتی ہے، جس میں وہ جبر اور تقدیر کے جامد تصور کی نفی کرتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک خدا کا علم محض ایک "ریکارڈ شدہ نقش" نہیں بل کہ ایک زندہ، تخلیقی اور ہمہ وقت فعّال حقیقت ہے جو کائنات کی ہر لحظہ نئی صورت گری میں شریک رہتی ہے۔ اس تصور کے مطابق وقت کوئی بند اور طے شدہ لکیر نہیں بل کہ ایک تخلیقی بہاؤ ہے جس میں ہر لمحہ نئے امکانات جنم لیتے ہیں۔ اس طرح انسان محض ایک مجبور کردار نہیں رہتا بل کہ وہ ایک آزاد اور ذمہ دار وجود کے طور پر سامنے آتا ہے جس کی اپنی کوشش، ارادہ اور انتخاب کائناتی تخلیق کے عمل میں حصہ لیتے ہیں۔ لہٰذا اقبال کا تصورِ علمِ الٰہی نہ صرف خدا کی مطلق حاکمیت کو برقرار رکھتا ہے بل کہ انسانی آزادی اور تخلیقی قوت کو بھی ایک بامعنی مقام عطا کرتا ہے۔ اس بحث کے بعد کچھ سوالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کا جواب پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے بہت اچھے انداز میں رقمطراز کیا ہے۔

"گویا خدا ایک ایسی ہستی ہے جس کے اندر حِکمت اور خیر کی صفات یکجا ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا کی قدرتِ کاملہ میں حکمت اور خیر دونوں صفات بدرجہ اُتم موجود ہیں تو پھر کارخانۂ قدرت میں شر اور فساد کیوں موجود ہے اور انسانی تاریخ خطاؤں سے کیوں بھری پڑی ہے؟۔"(۳۳)

اس بنیادی سوال کی نوعیت محض فلسفیانہ نہیں بل کہ انسانی تجربے اور عملی زندگی سے گہرا تعلق رکھتی ہے، کیوں کہ کائنات میں خیر و شر کی موجودگی ہمیشہ سے مفکرین کے لیے ایک اہم مسئلہ رہی ہے۔ انسان جب اپنے گردوپیش میں ناانصافی، دکھ اور بگاڑ کو دیکھتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ اشکال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک حکیم و رحیم خدا موجود ہے تو یہ تضادات کیوں ہیں۔ اقبال اسی نکتے کو محض تجریدی بحث کے طور پر نہیں لیتے بل کہ اسے انسانی شعور، ادراک اور عمل کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم کائنات کو ایک متحرک اور ارتقائی عمل کے طور پر دیکھیں، جہاں ہر شے اپنی تکمیل کی جانب گامزن ہے اور انسان کو اس عمل میں فعال کردار ادا کرنا ہے۔ یہی زاویۂ نظر اس مسئلے کو محض اعتراض کی سطح سے اٹھا کر ایک مثبت اور تعمیری فکری جہت عطا کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد آصف اعوان لکھتے ہیں:

"اقبال اس سوال کا جواب بہت شاندار انداز میں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہماری ذہنی ساخت کچھ اس قسم کی ہے کہ ہم اشیا کا محض جزوی مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہماری نظر رجائیت پسند راطرٹ براؤننگ کی طرح کائنات کے صرف رجائی پہلوؤں پر پڑتی ہے یا پھر یاسیت پرست رتھن ہاور کی طرح دنیا میں صرف شر، فساد، برائی اور افسردگی کو دیکھتی

ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خیر و شر کا تعلق عمل کی پختگی اور ناپختگی کے ساتھ ہے۔ کسی بھی شئے کے اندر خیر و شر کی صورتیں ایسی متعین حیثیت کی حامل نہیں ہوتیں کہ جن کا اظہار غیر متبدل انداز میں ہو۔ ہم اپنی اصلاح احوال سے کسی بھی شر کو خیر سے بدل سکتے ہیں"(۳۴)

ڈاکٹر محمد آصف اعوان کے اس تجزیے سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ علامہ اقبال کے نزدیک خیر و شر کوئی جامد اور حتمی حقیقتیں نہیں بل کہ انسانی عمل، ارادہ اور شعور کے ساتھ وابستہ متحرک کیفیات ہیں۔ اقبال انسان کو ایک فعال اور بااختیار ہستی کے طور پر دیکھتے ہیں جو اپنی جدوجہد، خودی کی تربیت اور اخلاقی ارتقا کے ذریعے حالات کا رخ بدل سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے ہاں مایوسی کی کوئی گنجائش نہیں بل کہ وہ انسان کو مسلسل عمل، امید اور تخلیقی جدوجہد کا درس دیتے ہیں۔ اسی تناظر میں اقبال کا تصورِ خودی بھی بڑی اہمیت اختیار کر جاتا ہے، کیوں کہ خودی کی مضبوطی ہی انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ شر کے مظاہر پر قابو پا کر انہیں خیر میں تبدیل کر سکے۔ گویا اقبال کے فلسفے میں کائنات ایک جامد نظام نہیں بل کہ ایک ارتقائی عمل ہے جس میں انسان ایک شریکِ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نقطۂ نظر انسان کو تقدیر کے جبر سے نکال کر اختیار، ذمہ داری اور تخلیقی قوت کا احساس دلاتا ہے۔ مزید برآں، یہ فکر ہمیں اس نتیجے تک پہنچاتی ہے کہ دنیا میں موجود برائیوں کو محض شکایت یا مایوسی کا سبب بنانے کے بجائے انہیں اصلاح اور بہتری کے مواقع کے طور پر دیکھنا چاہیے۔ اقبال کے نزدیک اصل کامیابی اسی میں ہے کہ انسان اپنے اندر مثبت تبدیلی پیدا کرے اور اپنے عمل کے ذریعے معاشرے میں خیر، عدل اور توازن کو فروغ دے۔ کرنل سیّد نوابؔ عالم بارہوی "بصیرت اقبالؒ" میں رقمطراز ہیں:

"وہ جو علامہ اقبال نے رموزِ بے خودی میں مسلمان خواتین کو سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا علیہ السلام کے اُسوۂ کاملہ پر چل کر فرائض امومت کا احساس دلاتے ہوئے خطاب کیا ہے اور کہا ہے کہ:

کودک ما چوں لب از شیر توشست
لا الٰہ آموختی او را نخست ۳۵

(اے مسلمان خاتون) بچے نے جب تیرے دودھ سے لب تر کئے (دودھ پینا شروع کیا) تو تو نے سب سے پہلے اسے کلمہ توحید (لا الہ) سکھایا (تو وہ تو ہی تو ہے جو سب سے پہلے اسے کلمۂ طیبہ کا درس دیتی ہے)۔ یہ گویا دین کے استحکام کی خاطر اور ملتِ اسلامیہ کی بنیاد ہے۔

تو حقیقت یہی ہے کہ توحید اور کلمۂ طیبہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ ہر مسلمان ماں اپنے بچے کو سب سے پہلے یہی درس دیتی ہے، نومولود کے کان میں سب سے پہلے اذان و اقامت کے ذریعے خدا اور رسول ﷺ کا نام ڈالا جاتا ہے، ہر مسلمان وحدانیت خداوندی کے عقیدہ کی بنیادی حیثیت سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ یہ کلمہ طیبہ اسے کفر و شرک کی نجاست سے پاک کرتا ہے۔ اقبال نے اس عقیدہ کی جو تعبیر کی ہے وہ بڑی نرالی ہے، اقبال نے یہ یہ فلسفہ پیش کیا ہے کہ توحید سے خدا کی وحدانیت کا اقرار اور ہر قسم کے کفر و شرک سے انکار تو ہوتا ہی ہے لیکن دراصل اسی عقیدے سے کائنات میں انسان کی عظمت و بزرگی قائم ہوتی ہے۔ یہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ۔

"انسان کو خدا اور رسول کے بعد پوری کائنات کے سر کا تاج بنا کر اسے نیابت الٰہی کے تخت عظمت پر مسند نشین بنا دیتا ہے۔ اقبال کے نزدیک لم یکن لہ کفوا احد سے در اصل انسان کو بے ہمتائی کی فضیلت ملتی ہے کہ مخلوق میں کوئی اس کا مدمقابل نہیں ہے۔"(۳۵)

یہی وہ اقبال کا مخصوص انداز ہے جس کی وجہ سے اقبال کا تصور توحید دیگر مفکرین و علما سے الگ ہے۔ یہ محض ایک دعویٰ نہیں بل کہ ایک سنجیدہ فکری حقیقت ہے کہ اقبال کا اندازِ فکر روایتی مذہبی تعبیرات سے ہٹ کر ایک حرکی، تخلیقی اور انسان مرکز جہت اختیار کرتا ہے۔ علامہ محمد اقبال کے ہاں تصورِ توحید صرف اس عقیدے تک محدود نہیں رہتا کہ خدا ایک ہے، بل کہ یہ ایک زندہ اور متحرک حقیقت بن کر انسانی زندگی کے ہر پہلو میں سرایت کر جاتا ہے۔ اقبال کا امتیاز یہ ہے کہ وہ توحید کو محض مابعد الطبیعیاتی بحث کے طور پر نہیں لیتے بل کہ اسے ایک عملی اور انقلابی قوت میں بدل دیتے ہیں۔ دیگر مفکرین کے ہاں توحید اکثر ایک اعتقادی یا کلامی مسئلہ بن کر رہ جاتی ہے، مگر اقبال کے نزدیک یہ ایک ایسا اصول ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو از سرِ نو تشکیل دیتا ہے۔ ان کے نزدیک توحید کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ انسان ہر قسم کی غلامی، خواہ وہ مادی ہو، فکری ہو یا سیاسی سے نجات حاصل کرے اور اپنی خودی کو پہچان کر اُسے مستحکم کرے۔ اسی طرح اقبال کا تصورِ توحید کائنات کو بھی ایک مربوط اور بامقصد وحدت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ کائنات کسی جامد نظام کا نام نہیں بل کہ ایک مسلسل تخلیقی عمل ہے جس میں انسان کو فعال کردار ادا کرنا ہے۔ یہ نقطۂ نظر انہیں ان مفکرین سے ممتاز کرتا ہے جو کائنات کو ایک مکمل اور غیر متبدل حقیقت سمجھتے ہیں۔ اقبال کے ہاں خدا اور کائنات کا تعلق بھی محض خالق و مخلوق تک محدود نہیں بل کہ ایک زندہ، تخلیقی اور قربت پر مبنی تعلق ہے، جو انسان کو عمل، جستجو اور ارتقا پر ابھارتا ہے۔

اقبال توحید کو اخلاقی اور سماجی سطح پر بھی ایک انقلابی قوت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب انسان حقیقی معنوں میں توحید کو قبول کرتا ہے تو وہ عدل، مساوات اور انسانی اخوت جیسے اصولوں کو اپنی زندگی کا حصّہ بناتا ہے۔ اس طرح توحید ایک ایسا جامع نظریہ بن جاتی ہے جو فرد کی باطنی تربیت سے لے کر معاشرتی نظام کی تشکیل تک رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اقبال کا مخصوص اندازِ فکر توحید کو ایک زندہ، متحرک اور ہمہ گیر تصور میں بدل دیتا ہے، جو نہ صرف انسان کے فکر و عمل کو جِلا بخشتا ہے بل کہ اسے کائنات میں ایک بامعنی اور باوقار کردار ادا کرنے کی دعوت بھی دیتا ہے۔

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرۡبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ (۳۶)

یہ آیتِ نور قرآن مجید کے نہایت عمیق اور بلیغ اسلوب کی ایک روشن مثال ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نورِ ہدایت کو ایک تمثیل کے ذریعے سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے۔ اس میں چراغ، قندیل اور زیتون کے تیل کی مثالیں دے کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ الٰہی نور اپنی تاثیر اور روشنی میں بے مثال اور ہر قسم کی مادی روشنی سے برتر ہے۔ اس تمثیل کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ اللہ کا نور ہدایت انسان کے دل و دماغ کو منور کرتا ہے اور اسے گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و یقین کی روشنی عطا کرتا ہے۔ "روشنی پر روشنی" کا تصور اس نور کی ہمہ گیر اور لامحدود تاثیر کو ظاہر کرتا ہے، جو ظاہر و باطن دونوں کو منور کر دیتا ہے۔ یہ آیت اس حقیقت کو اجاگر کرتی

ہے کہ حقیقی ہدایت اور روشنی کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور اسی کے نور سے انسان اپنی زندگی کا صحیح راستہ پا سکتا ہے۔ توحید کے دلائل کا علم انسان کے ایمان کو کمزور کرنے کے بجائے اسے مزید پختہ اور یقین افروز بنا دیتا ہے۔ جب انسان عقل، مشاہدے اور غور و فکر کے ذریعے توحید کے دلائل کو سمجھتا ہے تو اس کا ایمان محض تقلیدی نہیں رہتا بل کہ تحقیقی اور شعوری سطح پر منتقل ہو جاتا ہے۔ علمی اور سائنسی حقائق انسان کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ کائنات کا نظام کسی اتفاق یا اندھی قوت کا نتیجہ نہیں بل کہ ایک منظم، حکیم اور قادر مطلق ہستی کے ارادے کے تحت چل رہا ہے۔ اس فہم سے ایمان میں گہرائی، وسعت اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا توحید پر غور و فکر اور اس کے دلائل کی تلاش نہ صرف دین سے وابستگی کو مضبوط کرتی ہے بل کہ انسان کے اندر فکری پختگی اور روحانی بصیرت بھی پیدا کرتی ہے، جس کے نتیجے میں ایمان سطحی نہیں رہتا بل کہ ایک گہرا، باشعور اور زندہ یقین بن جاتا ہے۔ اقبال کے تصور توحید کے یہی نکات ہیں جو دیگر علما و فلاسفہ سے ممتاز ہیں۔ علامہ اقبال مذکورہ بالا آیت سے بھی منفرد نتائج اخذ کرتے ہیں۔

"نورٌ علیٰ نور" کا جملہ خاص طور پر قابلِ غور ہے، جو اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ جب فطرتِ سلیم، عقلِ سلیم اور وحیِ الٰہی یکجا ہو جائیں تو ہدایت کی روشنی کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ یعنی انسان کے اندرونی استعداد اور بیرونی الہامی رہنمائی کا امتزاج ایک کامل نور پیدا کرتا ہے۔ اس آیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ہدایت کو اللہ کی مشیت کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے: "اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے"۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہدایت بلا سبب عطا ہوتی ہے، بل کہ اس کے پیچھے انسان کی طلب، اخلاص اور جستجو بھی شامل ہوتی ہے۔ جو دل حق کی تلاش میں سنجیدہ ہو، وہ اس نور سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اس آیت کو فکری سطح پر دیکھا جائے تو علامہ محمد اقبال جیسے مفکرین کے ہاں یہی "نور" دراصل خودی کی بیداری، شعور کی روشنی اور خدا سے زندہ تعلق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اقبال کے نزدیک یہ نور انسان کو جمود سے نکال کر عمل، تخلیق اور ارتقا کی طرف لے جاتا ہے۔ مختصراً، یہ آیت ایک ہمہ گیر پیغام دیتی ہے کہ کائنات کی اصل حقیقت نورِ الٰہی ہے، اور انسان کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اپنے باطن کو اس نور کے لیے شفاف بنائے، تاکہ اس کی زندگی "روشنی پر روشنی" کا مظہر بن جائے۔

فقیر سید نجم الدین "روزگار فقیر" میں نقل کرتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار فقیر سید نجم الدین نے واقعہ سنایا کہ علامہ مرحوم کی قیام گاہ پر چند احباب کی موجودگی میں ایک ملاقاتی یکایک یہ سوال کر بیٹھا کہ "ڈاکٹر صاحب! آپ عالم بھی ہیں فلسفی بھی کیا آپ خدا کی ہستی اور باری تعالیٰ کے وجود کو فلسفیانہ دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں؟ علامہ نے اس کے جواب میں کہا: "نہیں۔" ملاقاتی نے اس پر دریافت کیا: "جب یہ بات ہے تو پھر آپ کے نزدیک خدا کی حقیقت قابل تسلیم کیوں کر ہوئی؟" علامہ اقبالؒ نے فرمایا: "یقیناً خدا کی ہستی ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ اس کے لیے مجھے کسی فلسفیانہ دلیل کی ضرورت نہیں۔ اگر انسان واقعی اپنا بھلا چاہتا ہے تو جہالت، تعصب، لاپروائی، آبا کی اندھی تقلید اور ہٹ دھرمی کی روش چھوڑ کر، صاف دل و دماغ کے ساتھ سنجیدگی سے اس دعوے پر غور کرے اور خدا نے سوچنے، سمجھنے، دیکھنے، سننے اور فیصلہ کرنے کی جو قوتیں دے رکھی ہیں ان سے کام لے کر اپنی زندگی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرے، اس لیے زندگی صرف ایک ہی بار ملتی ہے اگر آدمی نے غلط عقیدے پر زندگی کی بنیاد رکھی تو وہ ہمیشہ کے لیے ناکام و نامراد ہو گیا اور اگر صحیح عقیدے پر زندگی کی تعمیر تو دنیا میں بھی کامیاب رہے گا اور مرنے کے بعد بھی فلاح و نجات سے ہمکنار ہو گا۔ ایسا مومن اپنی وابستگی صرف ذاتِ واحد سے قائم رکھتا ہے۔ وہ اسی کی اطاعت کرتا ہے، اسی سے مدد مانگتا ہے، اسی کی رضا پر راضی رہتا ہے اور اپنی پوری زندگی کو اسی کے احکام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا ایمان محض زبانی دعویٰ نہیں بل کہ ایک زندہ اور متحرک کیفیت ہوتا ہے جو اس کے کردار اور عمل سے نمایاں ہوتی ہے۔

اقبال کے ہاں توحید انسان کے فکری ارتقاء کا بھی بنیادی سرچشمہ ہے۔ وہ عقل اور عشق کے امتزاج کے ذریعے انسان کو اس مقام تک پہنچانا چاہتے ہیں جہاں وہ کائنات کو ایک مربوط اور بامقصد نظام کے طور پر دیکھ سکے۔ ان کے نزدیک توحید کا صحیح فہم انسان کو محض عبادات تک محدود نہیں کرتا بل کہ اسے تخلیقی، متحرک اور ذمہ دار وجود میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس تحقیق کے نتیجے میں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اقبال کا تصورِ توحید آج کے دور میں بھی غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، کیوں کہ موجودہ زمانہ فکری انتشار، مادیت پرستی اور روحانی کمزوری کا دور ہے۔ ایسے حالات میں اقبال کا پیغام انسان کو ایک واضح فکری مرکز فراہم کرتا ہے جو اسے بے یقینی اور اضطراب سے نکال کر یقین، استحکام اور مقصدیت عطا کرتا ہے۔

علامہ اقبال کا تصورِ توحید نہ صرف اسلامی فکر کا ایک اہم ستون ہے بل کہ یہ انسانیت کے لیے ایک ہمہ گیر پیغام بھی ہے جو فرد کی اصلاح، معاشرے کی تعمیر اور اُمت کی وحدت کا ضامن ہے۔ ان کا یہ فکری سرمایہ ہر دور میں انسان کو اس کی اصل پہچان اور حقیقی مقام کی طرف رہنمائی فراہم کرتا رہے گا۔ ہمیں اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اقبال کے مخاطب عام مسلمان نہیں تھے بل کہ تمام مذاہب کے لوگ تھے بل کہ وہ لوگ بھی تھے جو خدا کا کلی انکار کرتے تھے یا جزوی انکار کرتے تھے۔ اقبال کا تصور توحید پوری فکر پر محیط ہے۔ اس لیے انھوں نے جو توضیحات کی ہیں وہ عام لوگوں سے ہٹ کر ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ الطاف احمد اعظمی، توحید کا قرآنی تصور، نئی دہلی: مجمع البحوث العلمیۃ الاسلامیۃ، ۱۹۹۱ء، ص:۲۳

۲۔ سید احمد دہلوی، مولوی، مولف، فرہنگِ آصفیہ، جلد اوّل، لاہور، مطبع عام پریس، ۱۹۰۸ء، ص:۵۰۸

۳۔ حضرت سید علی بن عُثمان ہجویری، مترجم، علامہ فضل الدین گوہر، کشف المحجوب، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص:۲۴۵

۴۔ محمد قمر اقبال، ڈاکٹر، اقبال کا تصورِ حقیقتِ مطلق، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۷ء، ص:۳۵۱

۵۔ عبد السّلام ندوی، مولانا، اقبالِ کامل، لاہور، الفیصل ناشران، فروری ۲۰۰۸ء، ص:۶۵

۶۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۱۵

۷۔ القرآن، سورۃ الحشر، آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

۸۔ محمد اقبال، کلیات اقبال اُردو، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۷ء، ص:۴۷۷

۹۔ امرت سری، علامہ، عرشی، مرتب، ڈاکٹر تصدق حسین راجا، اقبال پیام برِ اُمید، لاہور، فیروز سنز، بارِ اوّل، ۱۹۹۰ء، ص:۱۵

۱۰۔ محمد اقبال، کلیات اقبال اُردو، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۷ء، ص:۵۱۵

۱۱۔ محمد قمر اقبال، ڈاکٹر، اقبال کا تصور حقیقت مطلق، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۷ء، ص:۳۵۱

۱۲۔ این میری شمل، ڈاکٹر، پروفیسر، شہپر جبریل، مترجمہ: ڈاکٹر محمد ریاض، لاہور، گلوب پبلشرز، ۱۹۸۵ء، ص:۱۱۶

۱۳۔ محمد قمر اقبال، ڈاکٹر، اقبال کا تصور حقیقت مطلق، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۷ء، ص:۳۵۱

۱۴۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، شذرات فکر اقبال، افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، (مترجم)، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۳ء، ص:۷۰

۱۵۔ مُظفر حسین برنی، سیّد، مرتبہ، کلیاتِ مکاتیب اقبال، جلد چہارم، جہلم، بُک کارنر، فروری، ۲۰۱۶ء، ص:۴۱۳

۱۶۔ سعید احمد اکبر آبادی، خطباتِ اقبال پر ایک نظر، سری نگر: اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونی ورسٹی، ۱۹۸۳ء، ص:۲۹

۱۷۔ طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر، معاصر تہذیبی کشمکش اور فکرِ اقبال، لاہور، اظہار سنز، ۲۰۱۵ء، ص:۵۳۱

۱۸۔ مظفر حسین برنی، سید، کلیاتِ مکاتیب اقبال، جلد اوّل، جہلم، بک کارنر، فروری ۲۰۱۶ء، ص:۶۱۸

۱۹۔ نذیر نیازی، سیّد، مترجم، تشکیلِ جدید الٰہیّاتِ اسلامیہ، لاہور، بزمِ اقبال، ۲۰۱۲ء، ص:۱۵

۲۰۔ محمد اکرام، مَوجِ کوثر، لاہور، فیروز سنز لمٹیڈ، بار ہشتم، ۱۹۶۸ء، ص:۳۰۲

۲۱۔ یوسف حسین خان، ڈاکٹر، رُوحِ اقبال، لاہور، القمر انٹر پرائزز، مارچ، ۲۰۱۰ء، ص:۲۵۹۔۳۶۰

۲۲۔ ساچیکو مراتا، ڈاکٹر، ولیم سی چیٹک، ڈاکٹر، اسلام اپنی نگاہ میں، مترجم، محمد سہیل عمر، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۹ء، ص:۱۴۹، ۱۸۴

۲۳۔ القرآن۔ سورۃ اخلاص، ۱۱۲

۲۴۔ محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، پروفیسر، عقیدۂ توحید اور حقیقتِ شرک، لاہور، منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص:۴۴

۲۵۔ وحید عشرت، ڈاکٹر، مترجم، تجدید فکریات اسلام، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۲ء، ص:۸۳

۲۶۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۴ء، ص:۱۶۴

۲۷۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)۔ ص:۱۶۷

۲۸۔ عزیز الرحمن عزیز، ڈاکٹر، علامہ اقبال اور ارکانِ اسلام، راولپنڈی: انجم پبلشرز، ۲۰ فروری ۲۰۲۱ء، ص:۱۱۳

۲۹۔ خالد پرویز، پروفیسر، توحید، اقبال اور ملت اسلامیہ، ملتان، بیکن بکس، ۲۰۰۵ء، ص:۳۱۱

۳۰۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۴ء، ص:۱۷۰

۳۱۔ این میری شمل، ڈاکٹر، پروفیسر، شہپر جبریل، (مترجمہ)، ڈاکٹر محمد ریاض، لاہور، گلوب پبلشرز، ۱۹۸۵ء، ص:۱۱۸

۳۲۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، معارف خطبات اقبال اجمالی، تحقیقی و توضیحی مطالعہ، لاہور، نشریات، ۲۰۱۸ء، ص:۹۳

۳۳۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، اقبال کا تیسرا خطبہ، لاہور، بزم اقبال، ۲۰۱۰ء، ص:۱۲۱

۳۴۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، معارف خطبات اقبال اجمالی، تحقیقی و توضیحی مطالعہ ص:۹۳۔۹۴

۳۵۔ نواب عالم بارہوی، سیّد، کرنل، بصیرتِ اقبال، راولپنڈی، پیپ بورڈ پرنٹرز، ۱۹۹۰ء، ص:۱۵۵

۳۶۔ القرآن۔ سورۃ النور۔ ۳۵

References in Roman Script:

1. Altaf Ahmad Azmi, Towheed Ka Qurani Tasawar, (New Delhi: Al-Jawsh Al-Ilamita Al-Islamita, 1991) p. 23
2. Syed Ahmad Dehlavi, Maulvi, Mowlaf, Farhang-i-Asafia, Volume I (Lahore: Mataba Aam Press, 1908) P: 504
3. Hazrat Syed Ali bin Usman Hajwiri, translator, Allama Fazluddin Gohar, Kashif al-Mahjub (Lahore: Zia-ul-Quran Publications, 2010), P.245
4. Muhammad Qamar Iqbal, Dr. Iqbal Ka Tasawar-e-Haqeqat Matliq, (Lahore: Idara Saqafat Islamiya,2017), P.: 351

5. Abdul Salam Nadvi, Maulana, Iqbal-e-Kamil, (Lahore: Al-Faisal Nasharan, February 2008) P:65
6. Al-Qur'an, Surah Al-Baqara, Ayat No. 115
7. Al-Qur'an. Surah Al-Hashr. Ayat No 22 to 24
8. Muhammad Iqbal, Kalyat Iqbal Urdu, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1977), P. 477
9. Amrit Sri, Allama, Arshi, Muratab Dr. Tasadeq Hussain Raja, Iqbal Payam Bur-i Umid (Lahore: Firoz Sons, Bari Awal, 1977), P 15
10. .Muhammad Iqbal, Kalyat Iqbal Urdu, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1977), P. 515
11. Muhammad Qamar Iqbal, Dr. Iqbal Ka Tasawar-e-Haqeqat Matliq, (Lahore: Idara Saqafat Islamiya,2017), P.: 351
12. Ann Mary Shamal, Dr., Professor, Shapar Jibril, Mutrajmia: Dr. Muhammad Riaz, (Lahore: Globe Publishers, 1985), P116
13. Muhammad Qamar Iqbal, Dr. Iqbal Ka Tasawar-e-Haqeqat Matliq, (Lahore: Idara Saqafat Islamiya,2017), P.: 351
14. Javed Iqbal, Dr., Shazarat Fikr Iqbal, Iftikhara Hamad Siddiqui, Dr., Mutrajam, (Lahore: Majlis Traqhi Adab, Bary Dowam, May 1983) P.70
15. Muzaffar Hussain Barni, Syed, Martaba, Kalyat-i Makatib Iqbal, Jild Charam, (Jehlum: Book Corner, February, 2016), P. 413
16. Saeed Ahmad Akbarabadi, Khutbat-e- Iqbal Per Aak Nazar, (Srinagar: Iqbal Institute, University of Kashmir, March 1st, 1983), P.29
17. Tahir Hameed Tanuli, Dr., Muasir Tahzebi Kashmakash Aur Fiqri Iqbal, (Lahore, Izhar Sons, 2015), P. 153
18. Muzaffar Hussain Barni, Syed, Kuliat-i Makatib Iqbal, Jald Awal (Jehlum: Book Corner, February 2016), P.618
19. Nazir Niazi, Syed, Mutrajam, Tishkeel-e Jadid-e-Hiyat-Islamiyya, (Lahore: Bazm-e-Iqbal, 2 Club Road, June, 2012), P. 15
20. Muhammad Ikram, Mooj-e-Kousar, (Lahore: Feroze Sons Ltd., Bary Hashtam, 1968), P.302
21. Yusuf Hussain Khan, Dr., Rooh-e-Iqbal, (Lahore: Al Qamar Enterprises, March, 2010), P: 259-360
22. Sachiko Murata, Dr. William C. Chattick, Dr. Islam Apni Nigah Men, Mutrajim, Muhammad Sohail Umar, (Lahore: Iqbal Akademi Pakistan, Bare Dowam, 2009), p. 184, 149
23. Al-Quran. Surah Ikhlas, 112
24. Muhammad Tahir Al-Qadri, Dr., Professor, Uqeeda –e- Tawheed Aur Haqeqat-e- Shirk, (Lahore: Minhaj-ul-Quran Publications, 2005), P.44

25. Waheed Ishrat, Dr., Mutrajim, Tajdeed Fiqr-e-Islam, (Lahore: Iqbal Akademi Pakistan, Taba 2002), P.83
26. Muhammad Iqbal, Kalyat Iqbal (Persian), (Lahore: Iqbal Akademi Pakistan, 1994), p. 164
27. Muhammad Iqbal, Kaliat Iqbal (Persian). P.: 167
28. Azizur Rahman Aziz, Doctor, Allama Iqbal Aur Irkan-e-Islam, (Rawalpindi: Anjam Publishers, February 20, 2021), P.113
29. Khalid Parvez, Professor, Tawheed, Iqbal Aur Millat Islamia, (Multan: Beacon Books, 2005), P.311
30. Muhammad Iqbal, Kulyat Iqbal (Persian), (Lahore: Iqbal Akademi Pakistan, 1994), P. 170
31. Ann Mary Shamal, Dr., Professor, Shahpar Jibril, Mutrajim: Dr. Muhammad Riaz. (Lahore: Globe Publishers, 1985), P: 118
32. Muhammad Asif Awan, Dr., Maarif Khutbat Iqbal Ajmali: Tahqeeqi w Tozeehi Mutalia, (Lahore: Nashariyat, 2018), P.93
33. Muhammad Asif Awan, Dr. Iqbal Ka Tesra Khtba, (Lahore: Bazim Iqbal, 2 Club Road, 2010), P. 121
34. Muhammad Asif Awan, Dr., Maarif Khutbat Iqbal Ajmali: Tahqeeqi w Tozeehi Mutalia, (Lahore: Nashariyat, 2018), P.93
35. Nawab Alam Barhawi, Syed, Karnal, Basirt-e-Iqbal, (Rawalpindi: Pap board Printers (Pvt.) Ltd., 1990), P. 155, 156
36. Al-Quran. Surah Al-Noor. 35